إِنَّ الَّذِينَ فَتَنُوا الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ ثُمَّ لَمْ يَتُوبُوا فَلَهُمْ عَذَابُ جَهَنَّمَ وَلَهُمْ عَذَابُ الْحَرِيقِ ۝١٠

بیشک جن لوگوں نے مسلمان مردوں اور عورتوں کو ستایا پھر توبہ (بھی) نہ کی تو ان کے لیے جہنم کا عذاب ہے اور جلنے کا عذاب ہے۔(۱۰)

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَهُمْ جَنَّاتٌ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ ذَٰلِكَ الْفَوْزُ الْكَبِيرُ ۝١١

بیشک ایمان قبول کرنے والوں اور نیک کام کرنے والوں کے لیے وہ باغات ہیں جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں۔ یہی بڑی کامیابی ہے۔(۱۱)

إِنَّ بَطْشَ رَبِّكَ لَشَدِيدٌ ۝١٢

یقیناً تیرے رب کی پکڑ بڑی سخت ہے۔[1] (۱۲)

إِنَّهُ هُوَ يُبْدِئُ وَيُعِيدُ ۝١٣

وہی پہلی مرتبہ پیدا کرتا ہے اور وہی دوبارہ پیدا کرے گا۔[2] (۱۳)

وَهُوَ الْغَفُورُ الْوَدُودُ ۝١٤

وہ بڑا بخشش کرنے والا اور بہت محبت کرنے والا ہے۔(۱۴)

ذُو الْعَرْشِ الْمَجِيدُ ۝١٥

عرش کا مالک عظمت والا ہے۔[3] (۱۵)

فَعَّالٌ لِمَا يُرِيدُ ۝١٦

جو چاہے اسے کر گزرنے والا ہے۔[4] (۱۶)

---

(۱) یعنی جب وہ اپنے ان دشمنوں کی گرفت پر آئے جو اس کے رسولوں کی تکذیب کرتے اور اس کے حکموں کی مخالفت کرتے ہیں۔ تو پھر اس کی گرفت سے انہیں کوئی نہیں بچا سکتا۔

(۲) یعنی وہی اپنی قوت اور قدرت کاملہ سے پہلی مرتبہ پیدا کرتا ہے اور پھر قیامت والے دن دوبارہ انہیں اسی طرح پیدا فرمائے گا جس طرح اس نے پہلی مرتبہ پیدا کیا تھا۔

(۳) یعنی تمام مخلوقات سے معظم اور بلند ہے اور عرش' جو سب سے اوپر ہے' وہ اس کا مستقر ہے۔ جیسا کہ صحابہ و تابعین اور محدثین کا عقیدہ ہے۔ الْمَجِيدِ صاحب فضل و کرم۔ یہ مرفوع اس لیے ہے کہ یہ ذُو۔ یعنی رب کی صفت ہے' عرش کی صفت نہیں۔ اگرچہ بعض لوگ اسے عرش کی صفت تسلیم کر کے اسے مجرور پڑھتے ہیں۔ معناً دونوں صحیح ہیں۔ (ابن کثیر)

(۴) یعنی وہ جو چاہے' کر گزرتا ہے' اس کے حکم اور مشیت کو ٹالنے والا کوئی نہیں ہے نہ اس سے کوئی پوچھنے والا ہی ہے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے ان کے مرض الموت میں کسی نے پوچھا' کیا کسی طبیب نے آپ کو دیکھا؟ انہوں نے فرمایا' ہاں۔ پوچھا' اس نے کیا کہا؟ فرمایا' اس نے کہا ہے' إِنِّي فَعَّالٌ لِمَا أُرِيدُ میں جو چاہوں کروں' میرے معاملے میں کوئی دخل دینے والا نہیں۔ (ابن کثیر) مطلب یہ تھا کہ معاملہ اب طبیبوں کے ہاتھوں میں نہیں رہا' میرا آخری وقت آگیا ہے اور اللہ ہی اب میرا طبیب ہے' جس کی مشیت کو ٹالنے کی کسی کے اندر طاقت نہیں ہے۔

هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ الْجُنُوْدِ ﴿۱۷﴾
فِرْعَوْنَ وَثَمُوْدَ ﴿۱۸﴾
بَلِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِيْ تَكْذِيْبٍ ﴿۱۹﴾
وَّاللّٰهُ مِنْ وَّرَآىِٕهِمْ مُّحِيْطٌ ﴿۲۰﴾
بَلْ هُوَ قُرْاٰنٌ مَّجِيْدٌ ﴿۲۱﴾
فِيْ لَوْحٍ مَّحْفُوْظٍ ﴿۲۲﴾

تجھے لشکروں کی خبر بھی ملی ہے؟ [۱] (۱۷)
(یعنی) فرعون اور ثمود کی۔(۱۸)
(کچھ نہیں) بلکہ کافر تو جھٹلانے میں پڑے ہوئے ہیں۔(۱۹)
اور اللہ تعالیٰ بھی انہیں ہر طرف سے گھیرے ہوئے ہے۔ [۲] (۲۰)
بلکہ یہ قرآن ہے بڑی شان والا۔(۲۱)
لوح محفوظ میں (لکھا ہوا)۔ [۳] (۲۲)

سُوْرَةُ الطَّارِقِ

سورۂ طارق مکی ہے اور اس میں سترہ آیتیں ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ تعالیٰ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

وَالسَّمَآءِ وَالطَّارِقِ ﴿۱﴾
وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الطَّارِقُ ﴿۲﴾

قسم ہے آسمان کی اور اندھیرے میں روشن ہونے والے کی۔(۱)
تجھے معلوم بھی ہے کہ وہ رات کو نمودار ہونے والی چیز کیا ہے؟(۲)

---

(۱) یعنی ان پر جب میرا عذاب آیا اور میں نے انہیں اپنی گرفت میں لیا' جسے کوئی ٹال نہیں سکا۔

(۲) یہ ﴿اِنَّ بَطْشَ رَبِّكَ لَشَدِيْدٌ﴾ ہی کا اثبات اور اس کی تاکید ہے۔

(۳) یعنی لوح محفوظ میں لکھا ہوا ہے' جہاں فرشتے اس کی حفاظت پر مامور ہیں' اللہ تعالیٰ حسب ضرورت و اقتضا اسے نازل فرماتا ہے۔

☆ حضرت خالد عدوانی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بازار ثقیف میں کمان یا لاٹھی کے سہارے پر کھڑے دیکھا' آپ میرے پاس مدد حاصل کرنے آئے تھے' میں نے وہاں آپ سے سورۃ الطارق سنی' میں نے اسے یاد کر لیا دراں حالیکہ میں ابھی مسلمان نہیں ہوا تھا۔ پھر مجھے اللہ نے اسلام سے نواز دیا اور اسلام کی حالت میں میں نے اسے پڑھا۔ (مسند أحمد' ۴/ ۳۳۵۔ مجمع الزوائد' ۷/ ۱۳۶) حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ مغرب کی نماز میں سورۂ بقرۃ اور نساء پڑھی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع ملی تو فرمایا' تو لوگوں کو فتنے میں ڈالتا ہے؟ تجھے یہی کافی تھا کہ وَالسَّمَآءِ وَالطَّارِقِ" وَالشَّمْسِ اور اس جیسی سورتیں پڑھتا۔ (نسائی' کتاب الافتتاح' باب القراءۃ فی المغرب)

النَّجْمُ الثَّاقِبُ ۝۳	وہ روشن ستارہ ہے۔[1] (۳)
اِنْ كُلُّ نَفْسٍ لَّمَّا عَلَيْهَا حَافِظٌ ۝۴	کوئی ایسا نہیں جس پر نگہبان فرشتہ نہ ہو۔[2] (۴)
فَلْيَنْظُرِ الْاِنْسَانُ مِمَّ خُلِقَ ۝۵	انسان کو دیکھنا چاہیے کہ وہ کس چیز سے پیدا کیا گیا ہے۔(۵)
خُلِقَ مِنْ مَّآءٍ دَافِقٍ ۝۶	وہ ایک اچھلتے پانی سے پیدا کیا گیا ہے۔[3] (۶)
يَّخْرُجُ مِنْۢ بَيْنِ الصُّلْبِ وَالتَّرَآئِبِ ۝۷	جو پیٹھ اور سینے کے درمیان سے نکلتا ہے۔[4] (۷)
اِنَّهٗ عَلٰى رَجْعِهٖ لَقَادِرٌ ۝۸	بیشک وہ اسے پھیر لانے پر یقیناً قدرت رکھنے والا ہے۔[5] (۸)
يَوْمَ تُبْلَى السَّرَآئِرُ ۝۹	جس دن پوشیدہ بھیدوں کی جانچ پڑتال ہو گی۔[6] (۹)
فَمَا لَهٗ مِنْ قُوَّةٍ وَّلَا نَاصِرٍ ۝۱۰	تو نہ ہو گا اس کے پاس کچھ زور نہ مددگار۔[7] (۱۰)

---

(۱) طارق سے کیا مراد ہے؟ خود قرآن نے واضح کر دیا۔ روشن ستارہ۔ طَارِقٌ، طُرُوقٌ سے ہے جس کے لغوی معنی کھٹکھٹانے کے ہیں، لیکن طارق رات کو آنے والے کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ ستاروں کو بھی طارق اسی لیے کہا ہے کہ یہ دن کو چھپ جاتے اور رات کو نمودار ہوتے ہیں۔

(۲) یعنی ہر نفس پر اللہ کی طرف سے فرشتے مقرر ہیں جو اس کے اچھے یا برے سارے عمل لکھتے ہیں۔ بعض کہتے ہیں، یہ انسانوں کی حفاظت کرنے والے فرشتے ہیں، جیسا کہ سورۂ رعد کی آیت نمبر-۱۱ سے معلوم ہوتا ہے کہ انسان کی حفاظت کے لیے بھی انسان کے آگے پیچھے فرشتے ہوتے ہیں، جس طرح قول و فعل لکھنے والے ہوتے ہیں۔

(۳) یعنی منی سے، جو قضائے شہوت کے بعد زور سے نکلتی ہے۔ یہی قطرۂ آب (منی) رحم عورت میں جا کر، اگر اللہ کا حکم ہوتا ہے تو، حمل کا باعث بنتا ہے۔

(۴) کہا جاتا ہے کہ پیٹھ، مرد کی اور سینہ عورت کا، ان دونوں کے پانی سے انسان کی تخلیق ہوتی ہے۔ لیکن اسے ایک ہی پانی اس لیے کہا کہ یہ دونوں مل کر ایک ہی بن جاتا ہے۔ تَرَائِبُ، تَرِيبَةٌ کی جمع ہے، سینے کا وہ حصہ جو ہار پہننے کی جگہ ہے۔

(۵) یعنی انسان کے مرنے کے بعد، اسے دوبارہ زندہ کرنے پر وہ قادر ہے۔ بعض کے نزدیک اس کا مطلب ہے کہ وہ اس قطرۂ آب کو دوبارہ شرمگاہ کے اندر لوٹانے کی قدرت رکھتا ہے جہاں سے وہ نکلا تھا۔ پہلے مفہوم کو امام شوکانی اور امام ابن جریر طبری نے زیادہ صحیح قرار دیا ہے۔

(۶) یعنی ظاہر ہو جائیں گے، کیوں کہ ان پر جزا و سزا ہو گی۔ بلکہ حدیث میں آتا ہے "ہر غدر (بدعہدی) کرنے والے کے سرین کے پاس جھنڈا گاڑ دیا جائے گا اور اعلان کر دیا جائے گا کہ یہ فلاں بن فلاں کی غداری ہے"۔ (صحیح بخاری، کتاب الجزیة، باب إثم الغادر للبر والفاجر۔ مسلم، کتاب الجهاد، باب تحریم الغدر) مطلب یہ ہے کہ وہاں کسی کا کوئی عمل مخفی نہیں رہے گا۔

(۷) یعنی خود انسان کے پاس اتنی قوت ہو گی کہ وہ اللہ کے عذاب سے بچ جائے، نہ کسی اور طرف سے اس کو کوئی ایسا

وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الرَّجْعِ ﴿۱۱﴾
وَالْاَرْضِ ذَاتِ الصَّدْعِ ﴿۱۲﴾
اِنَّهٗ لَقَوْلٌ فَصْلٌ ﴿۱۳﴾
وَّمَا هُوَ بِالْهَزْلِ ﴿۱۴﴾
اِنَّهُمْ يَكِيْدُوْنَ كَيْدًا ﴿۱۵﴾
وَّاَكِيْدُ كَيْدًا ﴿۱۶﴾
فَمَهِّلِ الْكٰفِرِيْنَ اَمْهِلْهُمْ رُوَيْدًا ﴿۱۷﴾

بارش والے آسمان کی قسم![1] (۱۱)
اور پھٹنے والی زمین کی قسم![2] (۱۲)
بیشک یہ (قرآن) البتہ دو ٹوک فیصلہ کرنے والا کلام ہے۔[3] (۱۳)
یہ ہنسی کی (اور بے فائدہ) بات نہیں۔[4] (۱۴)
البتہ کافر داؤ گھات میں ہیں۔[5] (۱۵)
اور میں بھی ایک چال چل رہا ہوں۔[6] (۱۶)
تو کافروں کو مہلت دے[7] انہیں تھوڑے دنوں چھوڑ دے۔ (۱۷)

مددگار مل سکے گا جو اسے اللہ کے عذاب سے بچا سکے۔

(۱) رَجْعٌ کے لغوی معنی ہیں، لوٹنا پلٹنا۔ بارش بھی بار بار اور پلٹ پلٹ کر ہوتی ہے، اس لیے بارش کو رَجْعٌ کے لفظ سے تعبیر کیا ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ بادل، سمندروں سے ہی پانی لیتا ہے اور پھر وہی پانی زمین پر لوٹا دیتا ہے، اس لیے بارش کو رَجْعٌ کہا۔ بعض کہتے ہیں بطور تفاؤل عرب بارش کو رَجْعٌ کہتے تھے تاکہ وہ بار بار ہوتی رہے۔ (فتح القدیر)

(۲) یعنی زمین پھٹتی ہے تو اس سے پودا باہر نکلتا ہے، زمین پھٹتی ہے تو چشمہ جاری ہو جاتا ہے اور اسی طرح ایک دن آئے گا کہ زمین پھٹے گی، سارے مردے زندہ ہو کر باہر نکل آئیں گے۔ اس لیے زمین کو پھٹنے والی اور شگاف والی کہا۔

(۳) یہ جواب قسم ہے، یعنی کھول کر بیان کرنے والا ہے جس سے حق اور باطل دونوں واضح ہو جاتے ہیں۔

(۴) یعنی کھیل کود اور مذاق والی چیز نہیں ہے، ھَزْلٌ، جِدٌّ (قصد و ارادہ) کی ضد ہے۔ یعنی ایک واضح مقصد کی حامل کتاب ہے، لہو ولعب کی طرح بے مقصد نہیں ہے۔

(۵) یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم جو دین حق لے کر آئے ہیں، اس کو ناکام کرنے کے لیے سازشیں کرتے ہیں، یا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دھوکہ اور فریب دیتے ہیں اور منہ پر ایسی باتیں کرتے ہیں کہ دل میں اس کے برعکس ہوتا ہے۔

(۶) یعنی میں ان کی چالوں اور سازشوں سے غافل نہیں ہوں، میں بھی ان کے خلاف تدبیر کر رہا ہوں یا ان کی چالوں کا توڑ کر رہا ہوں۔ کَیْدٌ خفیہ تدبیر کو کہتے ہیں، جو برے مقصد کے لیے ہو تو بری ہے اور مقصد نیک ہو تو بری نہیں۔

(۷) یعنی ان کے لیے تعجیل عذاب کا سوال نہ کر، بلکہ انہیں کچھ مہلت دے دے۔ رُوَیْدًا: قَلِیْلًا یا قَرِیْبًا یہ امہال و استدراج بھی کافروں کے حق میں اللہ کی طرف سے ایک کید کی صورت ہے جیسے فرمایا ﴿ سَنَسْتَدْرِجُهُمْ مِّنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُوْنَ * وَاُمْلِيْ لَهُمْ اِنَّ كَيْدِيْ مَتِيْنٌ ﴾ (الأعراف، ۱۸۲-۱۸۳)

سُوْرَۃُ الْأَعْلٰی

سورۂ اعلیٰ مکی ہے اور اس میں انیس آیتیں ہیں۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ○

شروع کرتا ہوں اللہ تعالیٰ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى ۝١

اپنے بہت ہی بلند اللہ کے نام کی پاکیزگی بیان کر۔ (۱) (۱)

الَّذِي خَلَقَ فَسَوَّى ۝٢

جس نے پیدا کیا اور صحیح سالم بنایا۔ (۲) (۲)

وَالَّذِي قَدَّرَ فَهَدَى ۝٣

اور جس نے (ٹھیک ٹھاک) اندازہ کیا اور پھر راہ دکھائی۔ (۳) (۳)

وَالَّذِي أَخْرَجَ الْمَرْعَى ۝٤

اور جس نے تازہ گھاس پیدا کی۔ (۴) (۴)

فَجَعَلَهُ غُثَاءً أَحْوَى ۝٥

پھر اس نے اس کو (سکھا کر) سیاہ کوڑا کر دیا۔ (۵) (۵)

سَنُقْرِئُكَ فَلَا تَنْسَى ۝٦

ہم تجھے پڑھائیں گے پھر تو نہ بھولے گا۔ (۶) (۶)

☆۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ سورت اور سورۃ الغاشیہ عیدین اور جمعہ کی نماز میں پڑھا کرتے تھے۔ اسی طرح وتر کی پہلی رکعت میں سورۃ الاعلیٰ، دوسری میں سورۃ الکافرون اور تیسری میں سورۂ اخلاص پڑھتے تھے۔
حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو جن سورتوں کے پڑھنے کی تلقین کی تھی، انمیں ایک یہ بھی تھی (صحاح میں یہ ساری تفصیل موجود ہے)

(۱) یعنی ایسی چیزوں سے اللہ کی پاکیزگی جو اس کے لائق نہیں ہے۔ حدیث میں آتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس کے جواب میں پڑھا کرتے تھے، سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلَىٰ (مسند أحمد، ۱/ ۲۳۲۔ أبوداود، کتاب الصلوٰة، باب الدعاء فی الصلوٰة وقال الألبانی صحیح)

(۲) دیکھئے سورۃ الانفطار کا حاشیہ نمبر۔۷

(۳) یعنی نیکی اور بدی کی۔ اسی طرح ضروریات زندگی کی۔ یہ ہدایت حیوانات کو بھی عطا فرمائی۔ قَدَّرَ کا مفہوم ہے، اشیا کی جنسوں، ان کی انواع و صفات اور خصوصیات کا اندازہ فرما کر انسان کی بھی ان کی طرف رہنمائی فرمادی تاکہ انسان ان سے استفادہ کر سکے۔

(۴) جسے جانور چرتے ہیں۔

(۵) گھاس خشک ہو جائے تو اسے غُثَآءَ کہتے ہیں، أَحْوَىٰ سیاہ کر دیا۔ یعنی تازہ اور شاداب گھاس کو ہم سکھا کر سیاہ کوڑا بھی کر دیتے ہیں۔

(۶) حضرت جبرائیل علیہ السلام وحی لے کر آتے تو آپ اسے جلدی جلدی پڑھتے تاکہ بھول نہ جائے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا، اس طرح جلدی نہ کریں۔ نازل شدہ وحی ہم آپ کو پڑھوائیں گے یعنی آپ کی زبان پر جاری کر دیں گے، پس آپ اسے بھولیں گے نہیں۔ مگر جسے اللہ چاہے گا، لیکن اللہ نے ایسا نہیں چاہا، اس لیے آپ کو سب کچھ یاد ہی رہا۔ بعض نے کہا

إِلَّا مَا شَآءَ اللَّهُ ۚ إِنَّهُ يَعْلَمُ الْجَهْرَ وَمَا يَخْفَىٰ ﴿٧﴾

مگر جو کچھ اللہ چاہے۔ وہ ظاہر اور پوشیدہ کو جانتا ہے۔[1] (۷)

وَنُيَسِّرُكَ لِلْيُسْرَىٰ ﴿٨﴾

ہم آپ کے لیے آسانی پیدا کر دیں گے۔[2] (۸)

فَذَكِّرْ إِن نَّفَعَتِ الذِّكْرَىٰ ﴿٩﴾

تو آپ نصیحت کرتے رہیں اگر نصیحت کچھ فائدہ دے۔[3] (۹)

سَيَذَّكَّرُ مَن يَخْشَىٰ ﴿١٠﴾

ڈرنے والا تو نصیحت لے گا۔[4] (۱۰)

وَيَتَجَنَّبُهَا الْأَشْقَى ﴿١١﴾

(ہاں) بدبخت اس سے گریز کرے گا۔[5] (۱۱)

الَّذِي يَصْلَى النَّارَ الْكُبْرَىٰ ﴿١٢﴾

جو بڑی آگ میں جائے گا۔(۱۲)

ثُمَّ لَا يَمُوتُ فِيهَا وَلَا يَحْيَىٰ ﴿١٣﴾

جہاں پھر نہ وہ مرے گا نہ جیے گا،[6] (بلکہ حالت نزع میں

کہ اس کا مفہوم ہے کہ جن کو اللہ منسوخ کرنا چاہے گا وہ آپ کو بھلوا دے گا۔ (فتح القدیر)

(۱) یہ عام ہے، جہر قرآن کا وہ حصہ بھی ہے جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یاد کر لیں، اور جو آپ کے سینے سے محو کر دیا جائے، وہ مخفی ہے۔ اس طرح جہر اونچی آواز سے پڑھے، خفی پست آواز سے پڑھے۔ خفی، چھپ کر عمل کرے اور جہر ظاہر، ان سب کو اللہ جانتا ہے۔

(۲) یہ بھی عام ہے، مثلاً ہم آپ پر وحی آسان کر دیں گے تاکہ اس کو یاد کرنا اور اس پر عمل کرنا آسان ہو جائے۔ ہم آپ کی اس طریقے کی طرف رہنمائی کریں گے جو آسان ہو گا۔ ہم جنت والا عمل آپ کے لیے آسان کر دیں گے، ہم آپ کے لیے ایسے افعال و اقوال آسان کر دیں گے جن میں خیر ہو اور ہم آپکے لیے ایسی شریعت مقرر کریں گے، جو سہل، مستقیم اور معتدل ہو گی، جس میں کوئی کجی، عسر اور تنگی نہیں ہو گی۔

(۳) یعنی وعظ و نصیحت وہاں کریں جہاں محسوس ہو کہ فائدہ مند ہو گی۔ یہ وعظ و نصیحت اور تعلیم کے لیے ایک اصول اور ادب بیان فرما دیا۔ (ابن کثیر) امام شوکانی کے نزدیک مفہوم یہ ہے کہ آپ نصیحت کرتے رہیں، چاہے فائدہ دے یا نہ دے۔ کیونکہ انذار و تبلیغ دونوں صورتوں میں آپ کے لیے ضروری تھی۔ یعنی أَوْلَمْ تَنْفَعْ یہاں محذوف ہے۔

(۴) یعنی آپ کی نصیحت سے وہ یقیناً عبرت حاصل کریں گے جن کے دلوں میں اللہ کا خوف ہو گا، ان میں خشیت الٰہی اور اپنی اصلاح کا جذبہ مزید قوی ہو جائے گا۔

(۵) یعنی اس نصیحت سے فائدہ نہیں اٹھا سکیں گے کیوں کہ ان کا کفر پر اصرار اور اللہ کی معصیتوں میں انہماک جاری رہتا ہے۔

(۶) ان کے برعکس جو لوگ صرف اپنے گناہوں کی سزا بھگتنے کے لیے عارضی طور پر جہنم میں رہ گئے ہوں گے انہیں اللہ تعالیٰ ایک طرح کی موت دے دے گا۔ حتیٰ کہ وہ آگ میں جل کر کوئلہ ہو جائیں گے، پھر اللہ تعالیٰ انبیا وغیرہ کی سفارش سے ان کو گروہوں کی شکل میں نکالے گا، ان کو جنت کی نہر میں ڈالا جائے گا، جنتی بھی ان پر پانی ڈالیں گے، جس سے وہ

پڑا رہے گا)۔(۱۳)

قَدۡ اَفۡلَحَ مَنۡ تَزَكّٰى ﴿۱۴﴾
بیشک اس نے فلاح پالی جو پاک ہو گیا۔[1] (۱۴)

وَذَكَرَ اسۡمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰى ﴿۱۵﴾
اور جس نے اپنے رب کا نام یاد رکھا اور نماز پڑھتا رہا۔(۱۵)

بَلۡ تُؤۡثِرُوۡنَ الۡحَيٰوةَ الدُّنۡيَا ﴿۱۶﴾
لیکن تم تو دنیا کی زندگی کو ترجیح دیتے ہو۔(۱۶)

وَالۡاٰخِرَةُ خَيۡرٌ وَّ اَبۡقٰى ﴿۱۷﴾
اور آخرت بہت بہتر اور بہت بقا والی ہے۔[2] (۱۷)

اِنَّ هٰذَا لَفِى الصُّحُفِ الۡاُوۡلٰى ﴿۱۸﴾
یہ باتیں پہلی کتابوں میں بھی ہیں۔(۱۸)

صُحُفِ اِبۡرٰهِيۡمَ وَمُوۡسٰى ﴿۱۹﴾
(یعنی) ابراہیم اور موسیٰ کی کتابوں میں۔(۱۹)

سُوۡرَةُ الۡغَاشِيَةِ

سورۂ غاشیہ مکی ہے اور اس میں چھبیس آیتیں ہیں۔

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ ○

شروع کرتا ہوں اللہ تعالیٰ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

هَلۡ اَتٰىكَ حَدِيۡثُ الۡغَاشِيَةِ ﴿۱﴾
کیا تجھے بھی چھپا لینے والی (قیامت) کی خبر پہنچی ہے۔[3] (۱)

وُجُوۡهٌ يَّوۡمَئِذٍ خَاشِعَةٌ ﴿۲﴾
اس دن بہت سے چہرے ذلیل ہوں گے۔[4] (۲)

عَامِلَةٌ نَّاصِبَةٌ ﴿۳﴾
(اور) محنت کرنے والے تھکے ہوئے ہوں گے۔[5] (۳)

اس طرح جی اٹھیں گے جیسے سیلاب کے کوڑے پر دانہ اگ آتا ہے۔ (صحیح مسلم، کتاب الإیمان، باب إثبات الشفاعة وإخراج الموحدین من النار)

(۱) جنہوں نے اپنے نفس کو اخلاق رذیلہ سے اور دلوں کو شرک و معصیت کی آلودگیوں سے پاک کر لیا۔

(۲) کیوں کہ دنیا اور اس کی ہر چیز فانی ہے، جب کہ آخرت کی زندگی دائمی اور ابدی ہے، اس لیے عاقل فانی چیز کو باقی رہنے والی پر ترجیح نہیں دیتا۔

☆۔ بعض روایات میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کی نماز میں سورۂ جمعہ کے ساتھ سورۂ غاشیہ بھی پڑھتے تھے۔(موطأ إمام مالك، باب القراءة فی صلاة الجمعة)

(۳) هَلْ بمعنی قَدْ ہے۔ غَاشِيَةٌ سے مراد قیامت ہے۔ اس لیے کہ اس کی ہولناکیاں تمام مخلوق کو ڈھانک لیں گی۔

(۴) یعنی کافروں کے چہرے۔ خَاشِعَةٌ جھکے ہوئے، پست اور ذلیل۔ جیسے، نمازی، نماز کی حالت میں اللہ کے سامنے عاجزی اور تذلل سے جھکا ہوتا ہے۔

(۵) نَاصِبَةٌ کے معنی ہیں، تھک کر چور ہو جانا۔ یعنی انہیں اتنا پر مشقت عذاب ہو گا کہ اس سے ان کا سخت برا حال ہو

تَصۡلٰی نَارًا حَامِیَةً ﴿۴﴾ وہ دہکتی ہوئی آگ میں جائیں گے-(۴)

تُسۡقٰی مِنۡ عَیۡنٍ اٰنِیَةٍ ﴿۵﴾ اور نہایت گرم چشمے کا پانی ان کو پلایا جائے گا۔[1] (۵)

لَیۡسَ لَهُمۡ طَعَامٌ اِلَّا مِنۡ ضَرِیۡعٍ ﴿۶﴾ ان کے لیے سوائے کانٹے دار درختوں کے اور کچھ کھانا نہ ہو گا۔[2] (٦)

لَّا یُسۡمِنُ وَ لَا یُغۡنِیۡ مِنۡ جُوۡعٍ ﴿۷﴾ جو نہ موٹا کرے گا نہ بھوک مٹائے گا-(۷)

وُجُوۡهٌ یَّوۡمَئِذٍ نَّاعِمَةٌ ﴿۸﴾ بہت سے چہرے اس دن ترو تازہ اور (آسودہ حال) ہوں گے-(۸)

لِّسَعۡیِهَا رَاضِیَةٌ ﴿۹﴾ اپنی کوشش پر خوش ہوں گے-(۹)

فِیۡ جَنَّةٍ عَالِیَةٍ ﴿۱۰﴾ بلند و بالا جنتوں میں ہوں گے-(۱۰)

لَّا تَسۡمَعُ فِیۡهَا لَاغِیَةً ﴿۱۱﴾ جہاں کوئی بیہودہ بات نہیں سنیں گے-(۱۱)

فِیۡهَا عَیۡنٌ جَارِیَةٌ ﴿۱۲﴾ جہاں بہتا ہوا چشمہ ہو گا-(۱۲)

فِیۡهَا سُرُرٌ مَّرۡفُوۡعَةٌ ﴿۱۳﴾ (اور) اس میں اونچے اونچے تخت ہوں گے-(۱۳)

وَّ اَکۡوَابٌ مَّوۡضُوۡعَةٌ ﴿۱۴﴾ اور آبخورے رکھے ہوئے (ہوں گے)-(۱۴)

وَّ نَمَارِقُ مَصۡفُوۡفَةٌ ﴿۱۵﴾ اور ایک قطار میں لگے ہوئے تکیے ہوں گے-(۱۵)

وَّ زَرَابِیُّ مَبۡثُوۡثَةٌ ﴿۱۶﴾ اور مخملی مسندیں پھیلی پڑی ہوں گی۔[3] (۱٦)

اَفَلَا یَنۡظُرُوۡنَ اِلَی الۡاِبِلِ کَیۡفَ خُلِقَتۡ ﴿۱۷﴾ کیا یہ اونٹوں کو نہیں دیکھتے کہ وہ کس طرح پیدا کیے گئے

گا- اس کا ایک دوسرا مفہوم یہ ہے کہ دنیا میں عمل کر کر کے تھکے ہوئے ہوں گے یعنی بہت عمل کرتے رہے ہوں گے- لیکن وہ عمل باطل مذہب کے مطابق یا بدعات پر مبنی ہوں گے' اس لیے "عبادات" اور "اعمال شاقہ" کے باوجود جہنم میں جائیں گے- چنانچہ اسی مفہوم کی رو سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ﴿ عَامِلَةٌ نَّاصِبَةٌ ﴾ سے نصاریٰ مراد لیے ہیں (صحیح البخاری' تفسیر سورۃ غاشیۃ)

(۱) یہاں وہ سخت کھولتا ہوا پانی مراد ہے جس کی گرمی انتہا کو پہنچی ہوئی ہو-(فتح القدیر)

(۲) یہ ایک کانٹے دار درخت ہوتا ہے جسے خشک ہونے پر جانور بھی کھانا پسند نہیں کرتے- بہرحال یہ بھی زقوم کی طرح ایک نہایت تلخ' بدمزہ اور ناپاک ترین کھانا ہو گا' جو جزو بدن بنے گا' نہ اس سے بھوک ہی مٹے گی-

(۳) یہ اہل جنت کا تذکرہ ہے' جو جہنمیوں کے برعکس نہایت آسودہ حال اور ہر قسم کی آسائشوں سے بہرہ ور ہوں گے- عَیۡنٌ بطور جنس کے ہے یعنی متعدد چشمے ہوں گے- نَمَارِقُ بمعنی وَسَائِدَ (تکیے) ہے زَرَابِیُّ مسندیں' قالین اور گدے بستر مَبۡثُوۡثَةٌ پھیلی ہوئی- یعنی یہ مسندیں جگہ جگہ بچھی ہوں گی- اہل جنت جہاں آرام کرنا چاہیں گے' کر سکیں گے-

ہیں۔ (۱) (۱۷)

وَاِلَى السَّمَآءِ كَيْفَ رُفِعَتْ ﴿۱۸﴾
اور آسمان کو کہ کس طرح اونچا کیا گیا ہے۔ (۲) (۱۸)

وَاِلَى الْجِبَالِ كَيْفَ نُصِبَتْ ﴿۱۹﴾
اور پہاڑوں کی طرف کہ کس طرح گاڑ دیئے گئے ہیں۔ (۳) (۱۹)

وَاِلَى الْاَرْضِ كَيْفَ سُطِحَتْ ﴿۲۰﴾
اور زمین کی طرف کہ کس طرح بچھائی گئی ہے۔ (۴) (۲۰)

فَذَكِّرْ اِنَّمَآ اَنْتَ مُذَكِّرٌ ﴿۲۱﴾
پس آپ نصیحت کر دیا کریں (کیونکہ) آپ صرف نصیحت کرنے والے ہیں۔ (۵) (۲۱)

لَسْتَ عَلَيْهِمْ بِمُصَيْطِرٍ ﴿۲۲﴾
آپ کچھ ان پر داروغہ نہیں ہیں۔ (۶) (۲۲)

اِلَّا مَنْ تَوَلّٰى وَكَفَرَ ﴿۲۳﴾
ہاں! جو شخص روگردانی کرے اور کفر کرے۔ (۲۳)

---

(۱) اونٹ عرب میں عام تھے اور ان عربوں کی غالب سواری یہی تھی' اس لیے اللہ نے اسی کا ذکر کر کے فرمایا کہ اس کی خلقت پر غور کرو' اللہ نے اسے کتنا بڑا وجود عطا کیا ہے اور کتنی قوت و طاقت اس کے اندر رکھی ہے۔ اس کے باوجود وہ تمہارے لیے نرم اور تابع ہے' تم اس پر جتنا چاہو بوجھ لاددو' وہ انکار نہیں کرے گا' تمہارا ماتحت ہو کر رہے گا۔ علاوہ ازیں اس کا گوشت تمہارے کھانے کے' اس کا دودھ تمہارے پینے کے اور اس کی اون' گرمی حاصل کرنے کے کام آتی ہے۔

(۲) یعنی آسمان کتنی بلندی پر ہے' پانچ سو سال کی مسافت پر' پھر بھی بغیر ستون کے وہ کھڑا ہے۔ اس میں کوئی شگاف اور کجی بھی نہیں ہے۔ نیز ہم نے اسے ستاروں سے مزین کیا ہوا ہے۔

(۳) یعنی کس طرح انہیں زمین پر میخوں کی طرح گاڑ دیا گیا ہے تاکہ زمین حرکت نہ کرے۔ نیز ان میں جو معدنیات اور دیگر منافع ہیں' وہ اس کے علاوہ ہیں۔

(۴) یعنی کس طرح اسے ہموار کر کے انسان کے رہنے کے قابل بنایا ہے' وہ اس پر چلتا پھرتا' کاروبار کرتا اور فلک بوس عمارتیں تعمیر کرتا ہے۔

(۵) یعنی آپ کا کام صرف تذکیر اور تبلیغ و دعوت ہے' اس کے علاوہ یا اس سے بڑھ کر نہیں۔

(۶) کہ انہیں ایمان لانے پر مجبور کریں۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ ہجرت سے قبل کا حکم ہے جو آیت سیف سے منسوخ ہو گیا' کیوں کہ اس کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ «أُمِرتُ أَنْ أُقَاتِلَ النَّاسَ حَتَّى يَقُوْلُوْا: (لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ) فإِذَا قَالُوْهَا، عَصَمُوا مِنِّي دِمَآءَهُمْ وأَمْوَالَهُمْ إِلَّا بِحَقِّهَا؛ وَحِسَابُهُمْ عَلَى اللهِ» . (صحيح بخاري' باب وجوب الزكوٰة مسلم كتاب الإيمان' باب الأمر بقتال الناس حتى يقولوا.....) "مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے قتال کروں یہاں تک کہ وہ لا الہ الا اللہ کا اقرار کر لیں۔ جب وہ یہ اقرار کر لیں گے تو انہوں نے مجھ سے اپنے خونوں اور مالوں کو بچا لیا۔ سوائے حق اسلام کے' (جو اگر ہمارے علم میں نہ آیا تو) ان کا حساب اللہ کے ذمے ہے"۔

فَيُعَذِّبُهُ اللّٰهُ الْعَذَابَ الْاَكْبَرَ ﴿٢٤﴾

اِنَّ اِلَيْنَآ اِيَابَهُمْ ﴿٢٥﴾

ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا حِسَابَهُمْ ﴿٢٦﴾

اسے اللہ تعالیٰ بہت بڑا عذاب دے گا۔[1] (۲۴)

بیشک ہماری طرف ان کا لوٹنا ہے۔(۲۵)

پھر بیشک ہمارے ذمہ ہے ان سے حساب لینا۔[2] (۲۶)

سُوْرَةُ الْفَجْرِ

سورۂ فجر مکی ہے اور اس میں تیس آیتیں ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ تعالیٰ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

وَالْفَجْرِ ﴿١﴾

وَلَيَالٍ عَشْرٍ ﴿٢﴾

وَّالشَّفْعِ وَالْوَتْرِ ﴿٣﴾

وَالَّيْلِ اِذَا يَسْرِ ﴿٤﴾

هَلْ فِيْ ذٰلِكَ قَسَمٌ لِّذِيْ حِجْرٍ ﴿٥﴾

قسم ہے فجر کی![3] (۱)

اور دس راتوں کی![4] (۲)

اور جفت اور طاق کی![5] (۳)

اور رات کی جب وہ چلنے لگے۔[6] (۴)

کیا ان میں عقلمند کے واسطے کافی قسم ہے۔؟[7] (۵)

---

(۱) یعنی جہنم کا دائمی عذاب۔

(۲) مشہور ہے کہ اس کے جواب میں اَللّٰھُمَّ! حَاسِبْنَا حِسَابًا یَّسِیْرًا ۔ پڑھا جائے۔ یہ دعا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے جو آپ ﷺ اپنی بعض نمازوں میں پڑھتے تھے' جیسا کہ سورۂ انشقاق میں گزرا۔ لیکن اس کے جواب میں پڑھنا' یہ آپ ﷺ سے ثابت نہیں ہے۔

(۳) اس سے مراد مطلق فجر ہے' کسی خاص دن کی فجر نہیں۔

(۴) اس سے اکثر مفسرین کے نزدیک ذوالحجہ کی ابتدائی دس راتیں ہیں۔ جن کی فضیلت احادیث سے ثابت ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''عشرہ ذوالحجہ میں کیے گئے عمل صالح اللہ کو سب سے زیادہ محبوب ہیں۔ حتیٰ کہ جہاد فی سبیل اللہ بھی اتنا پسندیدہ نہیں' سوائے اس جہاد کے جس میں انسان شہید ہی ہو جائے''۔ (البخاری' کتاب العیدین' باب فضل العمل فی أیام التشریق)

(۵) اس سے مراد جفت اور طاق عدد ہیں یا وہ معدودات جو جفت اور طاق ہوتے ہیں۔ بعض کہتے ہیں' کہ یہ دراصل مخلوق کی قسم ہے' اس لیے کہ مخلوق جفت (جوڑا) یا طاق (فرد) ہے۔ اس کے علاوہ نہیں۔ (ایسر التفاسیر)

(۶) یعنی جب آئے اور جب جائے' کیوں کہ سَیْرٌ (چلنا) آتے' جاتے دونوں صورتوں میں ہوتا ہے۔

(۷) ذٰلِكَ سے مذکورہ مقسم بہ اشیا کی طرف اشارہ ہے یعنی کیا ان کی قسم اہل عقل و دانش کے واسطے کافی نہیں ہے؟ حِجْرٌ کے معنی ہوتے ہیں' روکنا' منع کرنا۔ انسانی عقل بھی انسان کو غلط کاموں سے روکتی ہے' اس لیے عقل کو بھی حجر کہا